۸ر دسمبر ۱۹۷۳ء

رجسٹرڈ نمبر ایل ۹۲۲
فون نمبر ۲۹
ایڈیٹر
آل احمد سرور
اشاعت کی تاریخیں
۱، ۸، ۱۵، ۲۲
قیمت سالانہ چھ روپے
قیمت فی کاپی ۲۰ پیسے

ہفتہ وار
ہماری زبان

جلد ۳۲ | انجمن ترقی اردو ہند (علی گڑھ) | شمارہ ۴۴

اداریہ

اردو کے ادیبوں، استادوں، صحافیوں

اور ناشروں سے گزارش

اردو کی بقا اور ترقی کی مہم نہ تو کچھ افراد کی کوششوں سے ہی ہو سکتی ہے اور نہ صرف انجمن ترقی اردو ہند یا کچھ ادارے ہی ہر کام کر سکتے ہیں۔ ضرورت اس کی ہے کہ اردو کے ادیب، استاد، صحافی، ناشر اور کتب فروش، اپنی اپنی تنظیم بنائیں اور یہ ساری تنظیمیں ایک دوسرے سے بھرپور تعاون کریں۔ تعاون کے لئے ایک مشترک پلیٹ فارم انجمن ترقی اردو ہند مہیا کر سکتی ہے جس کے معنی انجمن کی چودھراہٹ کے نہیں ہوں گے، بلکہ صرف سب تنظیموں کے لئے ایک مجموعی تناظر مہیا کرنے کے۔ اردو کے ادیبوں کی اب تک کوئی انجمن نہیں ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ ادب انجمنوں کے ذریعہ سے پیدا نہیں ہوتا، یہ تو انفرادی کاوشوں سے ظہور میں آتا ہے۔ اردو کے ادیبوں کی انجمن ایسی ہونی چاہئے جس میں ہر مکتب خیال کے ادیب شامل ہوں۔ اس انجمن کا کام صرف اردو کے ادیبوں کے حقوق کی حفاظت کرنا ہو تاکہ ادیبوں کی مالی مشکلات کے سلسلے میں حکومت اور عوام کو باخبر رکھا جا سکے اور ناشر اور کتب فروش ان کے حقوق پامال نہ کر سکیں۔ یہ انجمن ادبی نقطۂ نظر کے سلسلے میں قطعی غیر جانبدار ہونی چاہئے اور اس کی ممبری کی شرط صرف ادبی کاوش ہونی چاہئے جس کا معیار ادیب طے کر سکتے ہیں۔ یونیورسٹی کے استادوں کی ایک انجمن بن گئی ہے اور اس کی کئی سالانہ کانفرنسیں ہو چکی ہیں۔ اس طرح ابتدائی اسکولوں اور ثانوی اسکولوں کے استادوں کی انجمنیں ہونی چاہئیں۔ یہ انجمنیں چاہیں تو الگ الگ کام کریں اور چاہیں تو اپنی ایک فیڈریشن بنا لیں۔ صحافیوں کی بھی انجمن بن گئی ہے اور اس نے بھی کئی مفید اقدامات کئے ہیں۔ ضرورت ہے کہ وہ ایسے قدم اٹھائے کہ چھوٹے اخبار اور کم اشاعت کے معیاری رسالوں کے مستقبل بہتر ہو سکے۔ اس کے علاوہ ناشروں اور کتب فروشوں کی انجمن کی بھی اشد ضرورت ہے اگر ان کی اپنی تنظیم ہوگی تو ایک طرف یہ اردو میں نشر و اشاعت کے معیار کو بہتر بنا سکیں گے اور دوسری طرف خود ان کے لئے کاغذ اور دوسری ضروریات کی فراہمی کا بہتر انتظام ہو سکتا ہے۔

انجمن کی جو کل ہند کانفرنس دسمبر کی آخری تاریخوں میں دہلی میں ہونے والی ہے، اس کے ساتھ ادیبوں، استادوں، صحافیوں اور ناشروں اور کتب فروشوں کے بھی نمائندہ اجتماع ہو سکتے ہیں۔ یہ تو شاید ممکن نہ ہو کہ ان سب اداروں کی الگ الگ کانفرنسیں ہو سکیں۔ ان سب کے لئے وسائل مہیا کرنا بہت دشوار نظر آتا ہے۔ لیکن یہ ہو سکتا ہے کہ اس کانفرنس کے موقع پر ادیبوں، ناشروں، صحافیوں اور استادوں کے نمائندہ اجتماع بھی ہوں اور ان اجتماعات میں کل ہند پیمانے پر ادارے بنانے کی داغ بیل ڈالی جائے۔ انجمن ترقی اردو ہند بغیر ان اداروں کی اندرونی آزادی میں دخل اندازی کے ان کے لئے ایک مشترک پلیٹ فارم مہیا کر سکتی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اردو کی تحریک کے ہر پہلو اور اردو میں کرنے کے ہر کام کے لئے، ایسی تنظیمیں ہوں جو تقسیم کار کے اصول پر کام کریں لیکن جو ایک دوسرے کے کام میں زیادہ سے زیادہ مدد دیتی رہیں۔ انجمن ترقی اردو ہند اس سلسلے میں ہر قسم کی اخلاقی مدد کے لئے قدرتی طور پر آمادہ ہوگی۔ اس کا تو مقصد ہی یہ ہے کہ اردو کی بقا اور ترقی کے لئے ہر طرح کوشش کی جاتی رہے۔ ہم اردو دوستوں کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ اس سلسلے میں ہماری زبان کے صفحات میں اظہار خیال کریں تاکہ اگر ایسے اقدامات کی ضرورت پر اتفاق ہو سکے تو ان کا ایک جامع پروگرام بن جائے۔

نو آموزوں کے لئے کتابوں پر سترھواں انعامی مقابلہ

وزارت تعلیم و سماجی بہبود نے ایسے مخطوطوں اور کتابوں پر جو نو آموزوں کے لئے مفید و کارآمد ہوں سترھویں انعامی مقابلہ کا اعلان کیا ہے۔ اور مصنفین اور پبلشروں کو دعوت دی ہے کہ وہ اس انعامی مقابلہ میں شرکت کے لئے اپنی کتابیں قواعد کے مطابق فارم کی خانہ پری کرکے ۳۱ جنوری ۱۹۷۴ء تک منسٹری آف ایجوکیشن اینڈ سوشل ویلفیئر (سیکشن AE-11) گورنمنٹ آف انڈیا نئی دہلی کو مع پانچ روپیہ فیس داخلہ کے بھیج دیں۔

اس مقابلہ میں وہی کتابیں قابل قبول ہوں گی جو صرف اگست ۱۹۷۳ء میں چھپی یا شائع ہوئی ہوں ایک ایک ہزار روپیہ کے چالیس انعامات ہیں۔ اور مندرجہ ذیل ہندوستانی زبانوں میں لکھی ہوئی بہترین کتابوں پر دئے جائیں گے۔

(۱) آسامی۔ (۲) بنگالی۔ (۳) گجراتی۔
(۴) ہندی۔ (۵) کنڑا۔ (۶) کشمیری۔ (۷) ملیالم۔
(۸) مراٹھی۔ (۹) اڑیہ۔ (۱۰) پنجابی۔ (۱۱) سندھی۔
(۱۲) تامل۔ (۱۳) تیلگو۔ (۱۴) اردو۔

داخلے کے قواعد و ضوابط اور متعلقہ فارم اور اس کی خانہ پری کے سلسلے میں ہدایات، اسسٹنٹ ایجوکیشن ایڈوائزر (AE-11 سیکشن) کمرہ نمبر ۲۰۲ سی ونگ، شاستری بھون منسٹری آف ایجوکیشن اینڈ سوشل ویلفیئر گورنمنٹ آف انڈیا نئی دہلی سے خط بھیج کر طلب کئے جائیں۔

• ادارہ

احتشام حسین نمبر

پروفیسر سید احتشام حسین مرحوم کی شخصیت حیات و فکر و فن سے متعلق اسٹوڈنٹ سرکل الٰہ آباد یونیورسٹی کا جریدہ "نئی آواز" کا خصوصی شمارہ "میر کارواں نمبر" زیر ترتیب ہے۔ قلمکار اور حضرات شعراء سے گزارش ہے کہ وہ اس سلسلے میں اپنے مضامین ذیل کے پتے پر جلد بھیجنے کی زحمت فرمائیں۔
پتہ: ۲۰۰ رانی منڈی الٰہ آباد۔

• حبیب الرحمن ہاشمی

مغربی ادب کے معمار کی کنڑا زبان میں اشاعت

جناب محمد ابراہیم ایم۔ اے صدر شعبہ اردو گورنمنٹ کالج منگلور کی کتاب "مغربی ادب کے معمار" کا ترجمہ کنڑا زبان میں تکمیل کو پہنچ گیا ہے توقع ہے کہ اس کا حصہ اول بہت جلد شائع ہوکر منظر عام پر آجائے گا۔ • محمد ابراہیم

"تابوت" کی اشاعت

مشہور ادیب و شاعر جناب صفدر حسین کا شعری مجموعہ "تابوت" کے نام سے پارس پبلیکیشنز حیدرآباد کے زیر اہتمام طباعت کے مراحل سے گزر کر عنقریب اشاعت کی منزل میں داخل ہونے والا ہے۔

• نامہ نگار

جاوید نہال

منتخب التذکرہ

راجہ ارمان کی ایک نایاب تالیف

راجہ جنم جے مترا کلکتہ کے حوالی سوڑا میں پیدا ہوئے انیسویں صدی کے بنگال میں بنگالی خاندان کے افراد بنگلہ کے علاوہ اردو اور فارسی زبانیں بھی سیکھنا فرض سمجھتے تھے، کیونکہ سلاطین اور نوابین کی تہذیبی و معاشرتی زندگی نے اعلیٰ خاندان کے بنگالیوں پر اپنا گہرا اثر مرتب کیا تھا۔ اور اکثر اونچے بنگالی گھرانوں میں موسیقی اور اردو فارسی شعر و شاعری سے آج بھی خاص دلچسپی لی جاتی ہے۔ انیسویں صدی میں کئی نامور ہندو بنگالی ادیب و شاعر گزرے ہیں ان ہی میں راجہ جنم جے مترا ارمان بھی شامل ہیں جن کو اردو شاعری سے والہانہ وارفتگی کی حد تک لگاؤ تھا۔

راجہ ارمان کے دادا نبیر مترا بھی شاعر تھے۔ جس کی تصدیق عبدالغفور نساخ نے بھی کی ہے۔ لکھتا ہے :-

"نام راجہ جنم جے مترا تخلص ارمان
راجہ نبیر مترا شاگرد حافظ اکرام احمد ضیغم
حوالی کلکتہ شیورا (سوڑا) میں رہتے ہیں
راقم سے ان کی ملاقات ہے ان کا ایک
تذکرۂ شعرائے اردو نظر سے گزرا ہے"[1]

نساخ کے اس بیان سے پتہ چلتا ہے کہ راجہ ارمان شاعر بھی تھے، اور ادیب بھی، اور انھوں نے اپنے عہد اور اس سے پہلے کے شاعروں کا حال لکھا ہے، ان کے اس تذکرہ کا نام نسخہ دلکشا ہے، جس کے دو حصے ہیں پہلے حصے میں ہندوستان کے معروف اور غیر معروف شاعروں کا ذکر ہے اور دوسرے نسخے میں شاعروں کے علاوہ شاعرات کا حال ہے (اس حصے کا ذکر مالک رام صاحب نے سہ ماہی تحریریں اپنے ایک مضمون میں تفصیل سے کیا ہے)

اب تک ہمیں جنم جے مترا کے نسخہ دلکشا کا ہی علم تھا، مگر ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ کے کتب خانے میں، ان کی ایک نایاب تالیف کا ایک اور خطی نسخہ دستیاب ہوا ہے، جس کا نام منتخب التذکرہ ہے، اس تذکرہ کا اب تک علم نہیں تھا گویہ تذکرہ بھی نسخۂ دلکشا کے طرز پر تحریر ہوا ہے اور اس میں ہندوستان کے شاعروں کا کلام حروف تہجی کی ترتیب سے درج ہے منتخب التذکرہ میں ارمان نے پانچ سو شاعروں کے کلام کے نمونے درج کئے ہیں اور بعض شاعروں کی کئی کئی مکمل غزلیں بھی نقل کی ہیں مگر نسخہ دلکشا کی طرح اس تذکرے میں بھی شاعروں کا حال تفصیل سے درج نہیں کیا، بلکہ صرف نام اور تخلص دیا ہے، اور ان کے اشعار نمونتاً نقل کر دئے ہیں۔

راجہ جنم جے مترا ارمان نے منتخب التذکرہ کی تالیف کا سبب خود بیان کیا ہے۔

"جناب دانش روشن ضمیر پر ظاہر ہے کہ اکثر علوم و فنون کی کتابیں طول و طویل سے لکھی جاتی ہیں، اور ان کے (کی) سیر کرنے والوں (والے) کو ان کتابوں کی اول سے آخر تک نہ دیکھے اس کا (کے) احوال سے باہر نہیں ہو سکتے، مگر شعر کہ جس کا (کے) ایک یا دو مصرع کا (کے) پڑھنے سے شاعر کا مطلب اور شعر کا مذاک (مذاق) بخوبی اور آسانی سے دل پر روشن ہوتا ہے اور اس سے طبیعت کو کمال، نشاط حاصل ہوتی ہے، برائے تفریح و مزاج خاص کے اوقات اکثر ہندی یا فارسی دیوانیات (دواوین) کی سیر کرنے میں بشر (بسر) ہوئی ہے (ہوئے ہیں) اور پھر غزل یا شعر (اپنا) پسند ہوتا ہے اسے فردوں (فرد) میں لکھتے جاتے (لکھتا جاتا) اس طور پر ان فردوں کا دفتر جمع ہوگیا۔ جس کو نظر ثانی کرنے کو ایک عرصہ درکار (کرنا ہے) ہے اس لئے اس خاکسار کی خاطر میں یہ بات گزری کہ ایک ایسی چھوٹی سی کتاب ہو کہ جس میں قدیم سے حال تک کے مشہور شاعروں جو صاحب دیوان ہیں، اور تذکرہ میں لکھے جاتے ہیں ان کا (کے) نام اور تھوڑے احوال اور دو چار مزاق (مذاق) دار شعر لکھے جاویں کہ جس کے پڑھنے سے صاحبان نازک مزاج کی خاطر میں گرانی نہ آوے اور بطور عام جہاں نما کے دلچسپی باعث ہوئے، اس امید پر تذکرہ مصحفی، تذکرہ میر حسن، تذکرہ فتح علی، دیوان جہاں اور دیگر دیوانیات (دیوان) جو کہ دستیاب ہوئیں (ہوگئے) اس کے شاعروں کا (کے) نام اور احوال اور غزلیات، رباعیات، فردیات،

[1] انیسویں صدی میں بنگال کا اردو ادب ص ۳۶۱

مخمسات جسے دلچسپ پایا، اسے چن لیا اور
صرف کے شعروں کو نکال ڈالا تاکہ اس
نسخہ کے ہر صفحہ میں ایک گل تازہ شگفتہ
ہووے اور تمام غزل یا شعر کے پڑھنے
کی (کا) دردِ سر اٹھا دیں۔
اس دستی بیاض کا نام "منتخب التذکرہ" رکھا
امید ہے کہ صاحبان رنگین (طبیع) اس دستی
بیاض کو دستِ قبول میں لیویں اور جو خطا
اس میں پاویں اسے درست کر دیویں۔
فقط ۱۲۶۸ ہجری تاریخ ماہ محرم بنگلہ کا سنہ
۱۲۵۸ بمقام (بہ مقام) سورا شہر کلکتہ میں
ترتیب پایا۔"

رابطہ ارمان کے اس ابتدائیے سے پتا چلتا ہے کہ نسخہ دلکشا، حصہ اول اور حصہ دوم کی ترتیب سے وہ مطمئن نہیں ہوئے تھے اور اپنے اس تذکرے کو جس کو وہ دستی بیاض کا نام دیتے ہیں اس غرض سے ترتیب دیا کہ قدیم زمانے سے اپنے عہد تک کے شاعروں کا حال اور ان کے کلام کے نمونے تفصیل سے درج کریں۔ ارمان کا یہ تذکرہ بھی نسخہ دلکشا، تذکرہ مصحفی، تذکرہ شیخ علی، وغیرہ کی نہج پر لکھا گیا ہے۔ ارمان نے اس تذکرے میں بھی وہی غلطی کی ہے جو نسخہ دلکشا میں کی تھی انھوں نے شاعروں کے حالات لکھتے وقت جزئیات کا خیال نہیں رکھا، بلکہ اس تذکرے میں شامل تقریباً پچھتر شاعروں میں اکثریت ایسے شاعروں کی ہے جن کی کئی کئی مکمل غزلیں، رباعیات، مخمسات وغیرہ نقل کیے ہیں اس اعتبار سے منتخب التذکرہ اضافہ کہا جا سکتا ہے۔

ارمان کا یہ تذکرہ بادشاہ شاہ عالم عالمگیر ثانی آفتاب علی گوہر سے شروع ہوتا ہے، حروف تہجی کے طور پر شاعروں کے کلام نقل کیے گئے ہیں۔

"منتخب التذکرہ یعنی ریختہ گو ہند کے
شاعروں کا (کے) نام بطور حروف تہجی
کے اور ان کے غزلیات و رباعیات
و فردیات مخمسات جس میں شہد و شکر بھرا
پایا تھوڑے ان میں سے چن کر لکھا۔"

فردوس آرام گاہ کے عہد سے تا زمانہ حال الف کے باب میں اتنے تخلص ہوئے، آفتاب علی گوہر، آصف جاہ، نواب نگم، آباد، آبرو، آرزو، آتش، آرام، آزاد، آشفتہ، آشنا، آفاق، آگاہ، آوارہ، اثر، احمد، احسن، احسن اللہ، اختر، اسد، اسیر، اشتیاق، اظفری، اظہر، افسوس، اعظم، اکبر، الم، امام، امجد، امید، امیر، ایما، انجام، انسان، انشا، اوباش، ایمان۔"

آفتاب تخلص نام شاہ عالم بادشاہ عالمگیر ثانی کے بیٹے کبھی علی گوہر تخلص کرتے تھے ان سے

غزل

میں کیا کہوں کہ شاد مرا دل ہے اس قدر
آنے کی یار کے مجھے قاصد نے دی خبر
ہے آج میرے غنچۂ دل کو شگفتگی
آئی نسیم وصل کی مژدے لیے ادھر
دل میرا خوشی سے نہایت ہے باغ باغ
آنے سنا ہے میں نے وہ گل روئے سیم بر
وہ سرو باغ حسن جو آوے گا گھر مرے
قمری نمط نثار کروں گا دل اس اوپر
دلخواہ اس سے لونگا ثمر عیش کے ابھی
آوے گا بزم میں مرے وہ شمشاد بار ور
وہ شمع رو رکھے گا جو محفل میں میری پاؤں
پروانہ وار اس کے پھروں گا ......
وہ ماہ رو جو آوے گا نبد پاس آفتاب
مقدم سے اس کے ہووے گا پرنور میرا گھر

آفتاب علی گوہر کی تین غزلیں نقل کی ہیں، دوسری غزل کا مقطع ہے

گر اس سے بنا رکھتا علی گوہر سے پیارے کو
وہ حکم شاہی رکھتا تھا دے تھا مہرباں اپنا

اس کے بعد آصف جاہ کا ذکر ہے ان کی بھی دو غزلیں اور کچھ اشعار نقل کیے ہیں۔

"ہنس کے بولا کہ سنتا ہے آصف
یوں ہی کہہ کہہ لاکھوں یاں سے گئے"

حیدر بخش حیدری جو فورٹ ولیم کالج کے نامور منشی تھے اور جن کی توتا کہانی، قصہ حاتم طائی، تاریخ نادری وغیرہ بہت مشہور و مقبول ہوئیں، انھوں نے بھی تذکرہ گلشن ہند لکھا ہے ارمان نے ان کی کئی غزلیں منتخب التذکرہ کے خطی نسخے میں نقل کی ہیں حیدری کی پہلی غزل کے مطلعے اور مقطع نقل کیے جاتے ہیں۔

؎ غزل ؎ دیمک خوردہ ہونے کے باعث پڑھا نہیں گیا۔

برابری کا نزی گل نے جب خیال کیا
صبا نے مار طمانچہ منھ اوسکا لال کیا
ادا کا اس کی نہ دیکھا ہیں حیدری محبوب
خدا نے اس کو زمانے میں بے مثال کیا

اوس بے وفا کے عشق میں گرچہ وفا نہیں
سیر کیا کروں میں دل تو میرا بڑھتا نہیں
مت اس کی دوستی کا تجسس کر حیدری
یہ جرخ کینہ جو کسی کا آشنا نہیں
پوچھتے کیا ہو آہ مت پوچھو
دلربا ہے چاہ مت پوچھو
حیدری میں اوس سے بیر تو
صبوح مہر و ماہ مت پوچھو

منتخب التذکرہ کا مخطوطہ ۱۵۵ صفحات پر پھیلا ہوا ہے اور ۱۲×۱۵ سائز میں ہے۔ یہ تذکرہ یقین سے ذکر پر ختم ہوتا ہے یقین کی کئی غزلیں نقل کی گئی ہیں۔ ایک غزل کا مقطع نوٹ درج ہے سہ

یقین کا شور جنوں سن کر مارے پوچھو
کوئی قبیلہ مجنوں میں کیا رہا بھی ہے

ارمان کے منتخب التذکرہ کا خطی نسخہ کسی کم سواد کاتب کا تحریر کردہ ہے قوافی میں املے اور تانیث و تذکیر کی غلطیاں ملتی ہیں اور متعدد اشعار غلط نقل کئے گئے ہیں املے اور تانیث و تذکیر کی فاش غلطیوں کے سبب سے نسخے کا حسن جاتا رہا ہے اور مطالعے کے وقت طبیعت کو بہت الجھن ہوتی ہے تاہم ارمان کے اس تذکرے کی افادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ارمان نے اپنے تذکرے میں کلکتہ کے بعض ایسے شاعروں کا ذکر کیا ہے جن کا شاعری حیثیت سے کسی بھی تذکرے میں ذکر نہیں ملتا ہے۔

لہ راجہ مہم چند مترا ارمان کے پوتا راجہ ڈی کے مترا نے منتخب التذکرہ کا قیمتی خطی نسخہ چند ہفتوں پہلے ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ کے کتب خانے کو نذر کیا ہے اور اردو سکشن کے لائبریرین خلاق صاحب کی عنایت و مہربانی سے مجھے اس خطی نسخے سے استفادہ کرنے کا موقع ملا جس کے لئے میں ان کا شکر گزار ہوں۔ نسخہ دلکشا کی دو جلدیں بھی راجہ ڈی کے مترا نے نذر کی ہیں۔ (ح ن)

(صفحہ ۲ سے آگے)

کا ان مدارس میں چلن تھا گر پچھلے دو برسوں سے مسلسل اسے ختم کرنے کی کوشش کی گئی۔ پرائمری اسکول میں اردو میں تعلیم پانے والوں کی تعداد تقریباً ۶ ادر گروپ مڈل اسکول میں تک بھگ ۴۵ ہے۔ اردو کی لسانی اقلیت والے لوگ یہاں ڈیڑھ ہزار کے قریب ہیں۔ میمورنڈم میں مانگ کی گئی ہے کہ مرکزی اور صوبائی سرکاروں کی اردو کی تعلیم اور ترقی کے لئے جو پالیسی ہے اس کا تقاضا ہے کہ فوراً ان مدارس میں اردو کلاسیں کھولی جائیں۔

• سید خواص علی سکریٹری

انجمن ترقی اردو کا کلچرل پروگرام

بھوپال:۔ انجمن ترقی اردو شاخ ایچ ای ایل بھوپال نے نئے انتخابات کے فوراً بعد آج اور کل کے عنوان سے کلچرل ہال میں ایک شاندار تہذیبی پروگرام پیش کیا۔ اس پروگرام کا مقصد غیر اردو داں طبقے کو اردو کے تہذیبی ورثے شیرینی اور ہمہ گیری سے متعارف کرانا تھا۔ "کل" میں دلی کا آخری مشاعرہ پورے کاسٹیوم کے ساتھ پیش کیا۔ درمیانی وقفہ میں اردو کی ڈھائی تین سو سالہ تاریخ کو ایک خیبوی شکل میں بہت خوبی سے اسٹیج کیا اور "آج" میں موجودہ شاعروں کا مشاعرہ کیا۔ جناب آنند پرکاش ڈپٹی جنرل منیجر ایچ ای مہمان خصوصی تھے اس پروگرام کو کامیاب بنانے اور پیش کرنے میں جناب سعید صدیقی، جناب فضل جاوید، مسز سعید دانی، جناب کلیم اختر، مس بشریٰ سلطان نے نمایاں حصہ لیا۔

• نامہ نگار

کھنڈوا میں اردو کی تعلیم

بھوپال:۔ صوبائی انجمن ترقی اردو نے لسانی اقلیتوں کے کمیشن صوبائی حکام اور گجرال کمیٹی کو اردو کے مطالبات پیش کئے تھے ان میں کھنڈوا کے کالجوں میں اردو کی تعلیم کا بندوبست بھی شامل تھا۔ سال رواں سے ماکھن لال چترویدی گرلز کالج کھنڈوا میں اردو کلاسیں کھول دئے گئے ہیں۔ انجمن کا مطالبہ ہے کہ ریجنل کالج اور نیز کالج کھنڈوا میں اردو کلاسیں کھولے جائیں اور ایم ایل بی گرلز کالج بھوپال میں طالبات کی تعداد کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایک مزید اردو لکچرر کی پوسٹ دی جائے۔

• آفس سکریٹری صوبائی انجمن بھوپال

مراسلات

خواجہ میر دردؔ کے ایک شعر کا مطلب

۲۲ر اگست کے ہماری زبان میں امروہہ کے جناب ضمانت علی صاحب نے خواجہ میر دردؔ کے ایک شعر کے مطلب کی وضاحت چاہی ہے۔ شعر یہ ہے:-

زور عاشق مزاج ہے کوئی
دردؔ کو، قصّہ مختصر، دیکھا

شعر سلیس اور سادہ ہے۔ پہلے مصرعے میں لفظ "زور" کے معنی سمجھ لینے سے شعر کا مفہوم بالکل واضح ہو جاتا ہے۔ "زور" اردو شاعری کے اس دور میں بہت ہی "زیادہ" کے معنی میں استعمال ہوتا تھا۔ اب متروک ہے۔

شعر کی نثری ترتیب یہ ہے:- دردؔ کو دیکھا، قصہ مختصر، وہ کوئی زور عاشق مزاج ہے۔

مطلب:- شاعر کہتا ہے کہ درد کو ہم نے دیکھا ہے اس کی حالت دیکھنے کے بعد مختصر طور پر یہی کہہ سکتے ہیں کہ وہ بہت ہی عاشق مزاج انسان ہے۔

علی گڑھ۔ — سید تفضل حسین

نظموں کا مجموعہ "انتخاب" زیرِ ترتیب

"چار مینار پبلیکیشنز" کی جانب سے مسز بی منظر مہدی اور انور مسعود اردو کے جواں فکر جدید شعراء کی نمائندہ نظموں کا ایک مجموعہ "انتخاب" ترتیب دے رہے ہیں۔ شعرائے کرام سے گزارش ہے وہ اپنی تخلیقات وحالات زندگی "برگِ آوارہ" حیدرآباد کے پتے پر ارسال کریں۔

حیدرآباد۔ — منظر مہدی

ایک استفسار کے جواب میں

"ہماری زبان" مورخہ ۲۲ر اگست سنہ ۷۳ء میں صفحہ ۸ پر جناب اختر حسین ملّا صاحب کا مراسلہ نظر نواز ہوا۔

سلطنت قطب شاہی گولکنڈہ کے آخری تاجدار ابوالحسن (قطب شاہ ہشتم) عرف عام میں "تانا شاہ" سے موسوم تھے۔ اس لفظ کا اطلاق ہر تانا شاہ پر قرینِ درست ہے۔ نہ کہ بدمعاش خلقی یا بدطینت۔ "تانا" دکھنی زبان میں بچّے یا چھوٹے کو کہتے ہیں اور مقامی زبان تلنگی میں بھی یہ لفظ یہی معنی رکھتا ہے۔

ابوالحسن حکمرانِ ماقبل عبداللہ (قطب شاہ ہفتم) کے چھوٹے برادر زادے اور اسی بادشاہ کے چھوٹے داماد تھے۔ عبداللہ کو نرینہ اولاد نہ ہونے کے باعث ابوالحسن تخت گولکنڈہ پر اپنے خسر کے جانشین ہوئے۔ چنانچہ عمر اور مرتبہ میں چھوٹے ہونے کی وجہ سے وہ "تانا شاہ" کے لقب سے مشہور ہوئے۔

ایک اور روایت ہے کہ ابوالحسن کو موسیقی ذکان۔ راگ باسے دلچسپی تھی اور مزاج بھی ایک حد تک طفلانہ تھا جو اسی لقب کا باعث ہوا۔ لیکن دکھنی لفظ "تانا" کو ہندی لفظ "تان" سے کوئی نسبت نہیں ہے اور نہ طفلانہ مزاج کا کوئی ثبوت تاریخ مہیا کرتی ہے۔

مراسلہ زیرِ جواب میں مندرجہ سنین میں کچھ سہو کتابت پائی جاتی ہے۔ ابوالحسن ۱۶۸۹ء عیسوی میں مقید نہیں ہوئے بلکہ سنہ ۱۰۹۸ ہجری مطابق سنہ ۱۶۸۷ء عیسوی میں بوقت انتزاع سلطنت قطب شاہی شہزادہ معظم (فرزند اورنگ زیب) نے انھیں مقید کرکے دولت آباد روانہ کر دیا تھا۔ جہاں سنہ ۱۱۱۱ ہجری مطابق سنہ ۱۶۹۹ء عیسوی میں ابوالحسن کا انتقال ہوا اور وہ اپنے پیر و مرشد حضرت شاہ راجو قتال حسینی قدس سرہ کے پائیں مزار دفن ہوئے۔

مثل شاہانِ قطب شاہی اس بدبخت پادشاہ نے بھی بیرون دیوار مقابر شاہی اپنے مقبرہ کی تعمیر آغاز کی تھی لیکن سلاطین مغلیہ کی یورش کی وجہ سے وہ نامکمل رہا۔ اب بھی یہ ناتمام مقبرہ موسوم بہ "مقبرہ تانا شاہ" نیم تعمیر شدہ گنبد کے ساتھ بے سقف موجود ہے۔ قید دولت آباد میں ابوالحسن کے انتقال کے بعد اسی معزول خاندان کے ایک فرد مرزا نظام الدین احمد کو اس مقبرہ کی خاک نصیب ہوئی۔

حیدرآباد۔ — داد ابجانی کاؤس جی۔

انجمن کی خبریں

انجمن ترقی اردو بمبئی کی طرف سے شاخوں کے قیام کے لئے اپیل

اردو زبان کے مطالبے کے حق میں اب تک جو آوازیں اٹھائی گئی ہیں، ایسا لگتا ہے کہ وہ صدا بہ صحرا نہیں ثابت ہوئیں۔ انصاف اور جمہوریت پسند دل ان سے متاثر ہوتے جا رہے ہیں۔ مگر اردو کو اس کا اصلی مقام تو اسی حالت میں مل سکتا ہے جبکہ اردو کی تنظیم مضبوط ہو اور اردو والے خود اپنی قوت پر بھروسا کرنے کے قابل بن سکیں۔

ہمارے ملک میں انجمن ترقی اردو کا ادارہ ۷۰ برسوں سے قائم ہے۔ اردو کی تنظیم کا تقاضا تو یہ تھا کہ اس کی مقامی شاخوں کا جال ہمارے ملک میں بچھا ہوتا، ریاستی شاخیں ہر ریاست میں قائم ہوتیں، پھر ان کے ذریعے اردو کے حق میں جو آواز اٹھائی جاتی وہ بااثر ہوتی۔ مگر افسوس ہم اب تک اس سے کوسوں دور ہیں۔

اب بھی وقت نہیں گیا ہے۔ آئیے ایک نئے عزم اور ولولے کے ساتھ ہم اپنی زبان کے لئے اپنا فرض ادا کرنے کا عہد کریں۔ اس کی تنظیم کی خاطر انجمن ترقی اردو کی مقامی شاخ قائم کیجیے۔ اس کے لئے حسب ذیل ہدایتیں آپ کو مشورے کے طور پر دی جا رہی ہیں۔

۱۔ پہلے اپنے خاص احباب کو جنہیں اردو سے دلچسپی ہو، مشورے کے لئے جمع کیجیے، اور انہیں انجمن کے قیام کی ضرورت بتائیے۔

۲۔ مشاورتی جلسے میں اردو دوستوں کے ایک عام جلسے کے انعقاد کا فیصلہ کیجیے۔ اس کا اعلان اخباروں اور دعوت ناموں کے ذریعے کیا جائے۔

۳۔ عام جلسے میں انجمن کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے ایک "ایڈہاک کمیٹی" (دس پندرہ اشخاص پر مشتمل) مقرر کی جائے جو دستور تیار کرکے دو ہفتوں میں دوسرے جلسۂ عام میں پیش کرے۔ اس جلسے میں (الف) دستور کی منظوری (ب) منظور شدہ دستور کے مطابق عہدہ داروں، ارکان کمیٹی اور آڈیٹر کے انتخابات عمل میں آئیں۔

۴۔ دوسرے جلسۂ عام میں جو لوگ شریک ہوں وہ انجمن کے بنیادی رکن تصور کئے جائیں بشرطیکہ ایک مقررہ مدت کے اندر وہ منظور شدہ فیس رکنیت ادا کردیں۔

۵۔ دستور کا انگریزی ترجمہ کرکے آڈیٹر کے مشورے سے انجمن کو چیریٹی کمشنر کے دفتر میں رجسٹر کرائیں اور ساتھ ہی اپنی شاخ کے الحاق کی درخواست انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ کو بھیج دیں۔ اپنے خط کی نقل ہمیں مذکورہ بالا پتے پر روانہ کردیں۔ جب ہماری ریاست میں کم سے کم پانچ شاخیں ہو جائیں گی تو ریاستی شاخ قائم ہو سکے گی۔

۶۔ انجمن کی شاخ قائم کرتے ہوئے اس کا خیال رکھیں کہ مقامی اردو اسکولوں، ادیبوں اور کالج کے شعبۂ اردو کا پورا تعاون حاصل ہو۔

۷۔ انجمن کو ہر قسم کی سیاسی اور مذہبی جماعت بندی سے محفوظ رکھیے۔ اس میں ہر مکتب خیال اور ہر فرقہ و ملت کے لوگوں کا تعاون حاصل کیجیے۔

۸۔ مقامی زبان کے ادیبوں اور شاعروں اور ادبی جماعتوں سے رابطہ قائم کیجیے اور تعلقات رکھیے۔ مزید معلومات کے لئے دفتر انجمن ترقی اردو (بمبئی) ۸ شیفرڈ روڈ بمبئی ۸ سے رجوع فرمائیے۔

نیازمندان: سید شہاب الدین دسنوی، سید محمد زیدی
ارکان مجلس عام مرکزی انجمن ترقی اردو (ہند)

نصر اللہ گنج میں انجمن کی شاخ کا قیام

ضلع سیہور نصر اللہ گنج میں محبان اردو نے انجمن ترقی اردو (ہند) کی شاخ قائم کرلی ہے۔ اس کا صوبائی شاخ سے باقاعدہ الحاق کرا لیا گیا ہے۔ ایڈہاک کمیٹی قائم کرکے رکنیت سازی کی مہم چلائی جا رہی ہے۔ ایڈہاک کمیٹی کے صدر جناب عبد الجبار قریشی، جبکہ سکریٹری اور جوائنٹ سکریٹری علی الترتیب ڈاکٹر خواص علی اور جناب سید فیض علی علوی ہیں۔

• آفس سکریٹری ریاستی انجمن ترقی اردو
مدھیہ پردیش۔

نصر اللہ گنج میں اردو درجات قائم کرنے کا مطالبہ

نصر اللہ گنج:- انجمن ترقی اردو شاخ نصر اللہ گنج (ضلع سیہور۔ ایم پی) نے ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر ضلع سیہور کو ایک میمورنڈم دیا ہے جس میں مطالبہ کیا ہے کہ پرائمری اسکول اور گرلز مڈل اسکول میں اردو کے درجات قائم کئے جائیں۔ میمورنڈم میں کہا گیا ہے کہ اسٹیٹ کے زمانے سے یہاں اردو

(باقی صفحہ ۷ پر)

اخباروں سے تراشے

ایوان غالب میں آڈیٹوریم کا افتتاح

نئی دہلی:۔ وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی نے ایوان غالب کے آڈیٹوریم کا افتتاح فرمایا۔ افتتاح کے موقعہ پر غالب ڈرامہ پیش کیا گیا وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی نے ڈیڑھ گھنٹہ تک یہ ڈرامہ دیکھا اور روانگی سے قبل انھوں نے آرٹسٹوں سے ملاقات کی۔

ڈاکٹر اعجاز حسین کے لکھے اس ڈرامہ میں غالب کی زندگی کے شعری، سماجی اور گھریلو زندگی کو قابل تحسین انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ • الجمعیۃ دہلی۔

ایوان غالب کی طرف سے وظائف دیے جائیں گے

دہلی:۔ مرکزی وزیر فوراک و زراعت جناب فخر الدین علی احمد نے اعلان کیا ہے کہ ایوان غالب کی طرف سے یونیورسٹیوں اور اسکولوں کے ذہین طلبہ کو اسکالرشپ دیے جائیں گے۔ انھوں نے یہ بھی بتایا کہ اگر ایوان غالب کی آمدنی بڑھی تو ہم دوسرے ملکوں کے شہریوں کے لئے اردو کی تعلیم کا انتظام کریں گے۔ یہ اعلان آپ نے انجمن ترقی اردو دلی پردیش کے بیاد بہادر مشاعرہ کا افتتاح کرتے کیا۔

جناب آنند نرائن ملا صدر انجمن ترقی اردو ہند نے اپنی صدارتی تقریب میں اردو دوستوں سے اپیل کی کہ وہ اردو کے سلسلے میں مشکلات سے انجمن ترقی اردو کو مطلع کریں تاکہ ان کو دور کرانے کے لئے جد و جہد کی جا سکے۔ • الجمعیۃ دہلی

پرائمری اسکولوں میں اردو ٹیچروں کے تقرر کی ہدایت

نئی دہلی:۔ پارلیمنٹ میں نائب وزیر تعلیم جناب یادو نے ایک سوال کے جواب میں بتایا کہ اتر پردیش نے تمام میونسپل کمیٹیوں کو ہدایت کر دی ہے کہ وہ تمام پرائمری اسکولوں میں ایک یا دو دو اردو ٹیچروں کا تقرر کریں۔ خواہ ان اسکولوں میں اردو پڑھنے والوں کی تعداد کتنی ہی کیوں نہ ہو۔

انھوں نے کہا کہ ریاستی حکومت نے میونسپل کمیٹیوں سے کہا ہے کہ اگر کسی اسکول میں اردو پڑھنے والے بچے نہ ہوں تو اردو ٹیچر دوسرے مضامین میں پڑھائیں۔ • الجمعیۃ دہلی

اردو کو اس کا قانونی حق دیا جائے

لکھنؤ:۔ اردو کے مشہور شاعر اور آل انڈیا انجمن ترقی اردو کے صدر جناب آنند نرائن ملا ایم پی نے مطالبہ کیا ہے کہ جن ریاستوں میں اردو بولنے والی آبادی کی تعداد قابل لحاظ ہے ان ریاستوں میں اردو کو دوسری سرکاری زبان کا درجہ دیا جائے۔ جناب ملا نے جو پارلیمانی اردو کمیٹی کے صدر بھی ہیں ایک نیوز ایجنسی کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ اگر آپ اردو کے لئے اپنے حقوق کا تحفظ چاہتے ہیں تو یہ صرف قانون سازی کے ذریعہ ہو سکتا ہے۔

جناب ملا صاحب نے مزید کہا کہ ہم نے گجرال کمیٹی سے اس سفارش کے لئے حتی المقدور کوشش کی ہے کہ اردو کو ان ریاستوں میں دوسری زبان کا درجہ دیا جائے جہاں اس زبان کے بولنے والوں کی تعداد کافی ہے ہم نے یہ تجویز بھی پیش کی ہے کہ اردو کو سہ لسانی فارمولے میں اس کا جائز مقام دیا جائے۔ • دعوت دہلی

اردو کا تحفظ قانون سے

کل ہند انجمن ترقی اردو اور اردو کی پارلیمانی کمیٹی کے صدر جناب آنند نرائن ملا نے ایک انٹرویو میں مطالبہ کیا ہے کہ "جہاں اردو بولنے اور لکھنے والے قابل قدر تعداد میں ہیں وہاں اردو کو دوسری سرکاری زبان کا درجہ دیا جائے۔ اگر آپ اردو کے لئے اپنے حقوق کا تحفظ کرنا چاہتے ہیں تو ان کا تحفظ صرف قانون بنانے سے ہی ہو سکتا ہے۔ ان کی حفاظت برسر اقتدار لوگوں کی خیر سگالی سے نہیں ہو سکتی کیونکہ اقتدار او لتا بدلتا

رہتا ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ جو چیز ہم آج کے برسر اقتدار لوگوں کی خیر سگالی سے حاصل کریں کل ان کے نہ رہنے پر وہ باقی نہ رہے۔"

ملا صاحب نے صحیح فرمایا ہے اور ہم خود اس پر زور دیتے رہے ہیں کہ غیر سرکاری طور پر آپ اردو کے لئے کتنی ہی کوششیں کر ڈالئے" کتنے ہی سرکلر اور ہدایات جاری کر دیجئے، اول تو صوبائی سرکاریں ہی ووٹ کی خاطر ڈرتی رہتی ہیں اور اردو کے لئے کچھ کرنے سے احتراز کرتی ہیں لیکن اگر وہ مرکز کی ہدایات کی روشنی میں کوئی قدم اٹھاتی بھی ہیں اور احکام جاری بھی کرتی ہیں تو اول تو سرکاری مشنری ہی اسے جامہ عمل پہنانے میں لیت و لعل کرتی ہے، اگر وہ کبھی مجبوراً کچھ کرتی ہے تو پھر آگے اسکولوں میں ذمہ دار اور برسر اقتدار لوگ روڑے اٹکاتے ہیں، اس لئے ہم یہ کہتے ہیں کہ اس قسم کے امکانات اور خدشات کا سدباب کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اردو کو قانونی تحفظ دیا جائے اور قانونی تحفظ کی شکل یہی ہے کہ اسے دوسری سرکاری زبان کا درجہ دے دیا جائے، اگرچہ اتنا کر دینا بھی کافی نہ ہوگا، کیونکہ رکاوٹیں پھر بھی ڈالی جا سکتی ہیں اور اردو والوں کو پھر بھی بڑی بھاگ دوڑ کرنی ہوگی، مگر اس وقت ایک تو اردو والوں کی بات میں وزن ہوگا۔ ان کی پشت پر قانون ہوگا دوسرے عذر تراشنے اور حیلے بہانے کرنے کی گنجائش نہ رہے گی، تیسرے عوام میں بھی اردو کی حیثیت اور درجے کے بارے میں اعتماد کی فضا پیدا ہوگی۔ جب کہ آج صورت حال یہ ہے کہ خود حامیان اردو مذبذب ہیں، اور وہ سمجھتے ہیں کہ جب اردو کی کوئی پوزیشن اور حیثیت نہیں تو ہم اپنے بچوں کو اردو کیوں پڑھائیں وہ اس زبان کی تعلیم حاصل کریں گے جس کے پڑھنے سے انھیں ملازمتیں ملیں گی۔

• اداریہ - الجمعیۃ دہلی

اردو کی ترقی کے لئے امداد کی یقین دہانی

نئی دہلی :- مرکزی وزیر تعلیم پروفیسر نورالحسن نے غالب اکیڈمی میں اردو ٹائپ کلاسوں کا افتتاح کرتے ہوئے کہا کہ اردو کی ترقی کے لئے اور اس کو مقبول بنانے کے لئے حکومت کی طرف سے ہر قسم کی امداد دی جائے گی۔

انھوں نے اکیڈمی کے ممبروں سے کہا کہ وہ بچوں میں اردو کو مقبول بنانے کی سخت جدوجہد کریں۔ انھوں نے کہا کہ اردو ٹائپ کی کلاسوں سے اردو کی ایک ضرورت پوری ہو گئی ہے۔

اکیڈمی کی کوششوں کی تعریف کرتے ہوئے پروفیسر نورالحسن نے کہا کہ اس مرکز کے قیام کی اردو کی ترقی کے لئے بہت ضرورت تھی جو اب پوری ہو گئی ہے۔ انھوں نے کہا کہ مجھے یقین ہے کہ تربیت کے معیار کو بلند رکھا جائے گا تاکہ زیادہ سے زیادہ امیدوار اس مرکز سے استفادہ کر سکیں۔

موصوف نے کہا کہ کچھ مقامات پر اردو کے بارے میں کچھ کوتاہیاں ہوئی ہیں لیکن اب فضا ساز گار ہے۔ اب اردو کو اپنا صحیح مقام حاصل ہو رہا ہے۔ اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم اردو کی ترویج نہ صرف اس لئے کریں کہ یہ ایک خوبصورت زبان ہے بلکہ اس لئے بھی کہ یہ قومی ایکتا کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔

• الجمعیۃ دہلی

راجستھان یونیورسٹی جے پور میں ایم اے اردو کا انتظام

جے پور :- راجستھان یونیورسٹی کے سنڈیکیٹ نے اپنی حالیہ میٹنگ میں یونیورسٹی میں ایم اے اردو کے درجات کھولے جانے کا فیصلہ کیا ہے۔ راجستھان یونیورسٹی میں اب تک صرف بی اے تک اردو کا انتظام تھا۔ پوسٹ گریجویٹ کلاسوں میں اردو کھولے جانے کا دیرینہ مطالبہ حال ہی میں حکومت راجستھان نے نجران کمیٹی کے سفارشات کی روشنی میں منظور کیا تھا۔

حکومت نے اپنے اس فیصلہ کا اعلان اگرچہ اپریل ۱۹۷۳ء کے آخر ہی میں کر دیا تھا۔ لیکن اس کے عملدرآمد میں سب سے بڑی رکاوٹ اور مزاحمت ڈین فیکلٹی آف آرٹس کا معاندانہ رویہ بنا ہوا تھا۔

• الجمعیۃ دہلی

بمبئی ریڈیو اسٹیشن کی اردو دشمنی

مہاراشٹر میں مراٹھی کے بعد اردو زبان سب سے زیادہ بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ لیکن آل انڈیا ریڈیو بمبئی اس زبان کے ساتھ سخت ناانصافی کر رہا ہے۔

بمبئی سے روزانہ مراٹھی، ہندی، گجراتی، سندھی، کوکنی اور انگریزی سے پیدا گراما و خبریں نشر کی جاتی ہیں لیکن اردو کا پروگرام یا خبریں نشر کرنے کا کوئی انتظام نہیں ہے۔

اردو کمیٹی کے جنرل سکریٹری اور بی۔ یس۔ سی کے اقلیتی شعبہ کے صدر جناب سید محمد زیدی سے درخواست ہے کہ وہ محکمہ نشریات و اطلاعات کی توجہ اس طرف مبذول کرائیں۔

• محمد رفیق چمن۔ ہفتہ وار بلٹز

دوسرے اداروں کی خبریں

ہندوستان میں اردو زبان کی بقاء کا مسئلہ

حیدرآباد: ادارۂ شعر و حکمت کی جانب سے ڈاکٹر مسعود حسین خان صدر شعبۂ اردو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کا ہنری مارٹن انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹیڈیز میں خیر مقدم کیا گیا۔ ڈاکٹر مسعود حسین خان نے ہندوستان میں اردو زبان کی بقاء کا مسئلہ پر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ آج ہم تاریخ کے اس موڑ پر کھڑے ہیں کہ آزادی سے (۲۵) سال گزر جانے کے بعد بھی اردو زبان کو جو مقام ملنا چاہئے تھا وہ نہیں مل سکا۔ حکومت ہمیشہ اردو زبان کے لئے وعدے کرتی ہے لیکن اس پر عمل کچھ نہیں ہوتا۔ شمالی ہند میں اردو کا نظام تعلیم انتہائی مایوس کن ہے اتر پردیش میں علی گڑھ یونیورسٹی سے ہائی اسکولوں کو چھوڑ کر ایک بھی ہائی اسکول ایسا نہیں ہے۔ جہاں اردو پڑھائی جاتی ہو۔ اگر اردو والوں کی لسانیات کا جائزہ لیں تو عام طور پر تین قسم کے لوگ نظر آتے ہیں۔ ایک تو وہ لوگ ہیں جو متحرک ہیں دوسرا گروہ جو کثیر اور بڑا ہے بے حسی کا شکار ہے اور تیسرا گروہ اردو کے لئے خطرناک ہے جو گجرال کمیٹی کو مشورہ دے رہا ہے کہ ہم اپنے بچوں کو اردو زبان پڑھا کر کیا کریں گے حکومت نے اردو کی ترقی کے لئے ایک کروڑ کی کثیر رقم مختص کی ہے۔ لیکن اردو ترقی بورڈ نے تین سال کی مدت میں صرف (۳۰) کتابیں شائع کی ہیں۔ • نامہ نگار

مہاتما گاندھی میموریل ریسرچ سنٹر میں پروفیسر مسعود حسین خاں کا خیر مقدم

بمبئی: مہاتما گاندھی میموریل ریسرچ سنٹر کی طرف سے منعقد کردہ ایک ادبی نشست میں اردو کی بقا کے مسئلہ پر روشنی ڈالتے ہوئے اردو کے مشہور ادیب، محقق اور ماہر لسانیات ڈاکٹر مسعود حسین خاں نے فرمایا کہ اردو کا مسئلہ آزادی سے بہت پہلے شروع ہو چکا تھا گاندھی جی نے اردو ہندی کے جھگڑے کو ختم کرنے کے لئے "ہندوستانی" کے نام سے ایک باقاعدہ تحریک چلائی لیکن آزادی کے بعد مجلس دستور ساز نے ہندی کے حق میں فیصلہ دیا اور اردو پس پشت ڈال دی گئی۔ پچیس سال کی کڑی آزمائش کے بعد اب ایک ہمدرد سرکار کو اس طرف توجہ دینے کا موقع ملا تو آج خود بعض اردو والے ایسی شہادتیں دینے لگے ہیں کہ جس سے اردو کی بقا کا مسئلہ اور مشکل ہو جاتا ہے۔

مجھے معلوم ہوا ہے کہ اسی بمبئی کے بعض سربرآوردہ لوگوں نے گجرال کمیٹی کے سامنے اردو کو ذریعہ تعلیم بنانے کے خلاف شہادتیں دی ہیں اور وجہ یہ بتائی ہے کہ اردو میں اعلیٰ تعلیم کا ذریعہ بننے کی صلاحیت نہیں ہے۔ اور دوسرے یہ کہ اردو کو ذریعہ تعلیم بنانے سے ہمارے بچے علاقائی زبانوں میں مہارت پیدا نہ کر سکیں گے اور اس طرح ان پر سرکاری ملازمتوں کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ یہ سراسر واہمہ ہے۔ اردو میں اعلیٰ تعلیم کا ذریعہ بننے کی پوری صلاحیت ہے۔ دوسرے اردو والوں کو علاقائی زبانیں بھی ساتھ ساتھ سیکھنی چاہئیں۔ اور ان میں بھی اتنی صلاحیت حاصل کرنی چاہئے کہ وہ اس میں بھی اپنا کاروبار چلا سکیں اور یہ مقصد ابتدا ہی سے اردو کے ساتھ ساتھ علاقائی زبانیں پڑھ کر حاصل کیا جا سکتا ہے لیکن ذریعہ تعلیم ہر حالت میں اردو ہی ہونا چاہئے۔

فاضل مقرر نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ پچھلے پچیس سال سے ہندوستان میں اردو کے تعلیمی نظام کی شکست و ریخت کا سلسلہ جاری ہے انھوں نے کہا کہ یہ یقینی ہے کہ مستقبل میں انگریزی ہرگز ہرگز اعلیٰ تعلیم کا وسیلہ نہیں رہے گی اور ہندوستان کی علاقائی زبانوں کو جلد یا بدیر اس کی جگہ لینی ہی ہے ایسی صورت میں ایک ایسی یونیورسٹی کا جو اردو کو ذریعہ تعلیم بنانے کا ایک کامیاب تجربہ کر چکی تھی اچانک اردو میڈیم سے انگریزی میڈیم میں تبدیل کر دیا جانا نہایت افسوسناک تھا چنانچہ عثمانیہ یونیورسٹی کے ساتھ یہی ہوا اگر اس کو مجوزہ پالیسی کے مطابق اردو سے تلگو میں تبدیل کر دیتے تو یہ زیادہ افسوس کی بات نہ ہوتی کیونکہ اس وقت وہ ہندوستان کی واحد یونیورسٹی تھی جو ایک علاقائی زبان کو اعلیٰ تعلیم کا ذریعہ بنانے کا کامیاب تجربہ کر چکی تھی۔

انھوں نے فرمایا کہ خود اردو والوں میں اردو کے متعلق ردِ عمل تین طرح کا پایا جاتا ہے ایک مثبت اور متحرک، دوسرا بے حسی کا شکار تیسرا منفی ردِ عمل رکھنے والا گروہ ہے جو اردو کی بقاء کے مسئلہ کو اور مشکل بنائے ہوئے ہے یہ گروہ علاقائی زبانوں کی آڑ لے کر اردو کو اس کے حق سے محروم کرنے کی فکر میں لگا ہوا ہے اس کا کہنا ہے کہ اردو کو ذریعہ تعلیم بنانے سے ہماری آنے والی نسلوں کا مستقبل تاریک ہو جائے گا اور ان پر سرکاری ملازمتوں کے دروازے بند ہو جائیں گے اس گروہ کا یہ خیال ایک مغالطے سے زیادہ کچھ نہیں لسانی اقلیتوں کا مشکل سے پانچ فی صد حصہ ایسا ہے جو

سرکاری ملازمتوں میں لگا ہوا ہے ورنہ اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو اپنے معاشی مسائل کا حل تجارت، صنعت و حرفت اور دوسرے آزاد پیشوں میں ڈھونڈھتی ہے محض پانچ فی صدی مفاد کی خاطر اپنے تہذیبی ورثہ اور مادری زبان کو قربان کر دینا ہرگز ہرگز درست نہ ہوگا۔

ڈاکٹر عبدالستار دلوی نے ڈاکٹر مسعود حسین خاں کو خوش آمدید کہتے ہوئے ان کی ادبی تحقیقی اور لسانی خدمات پر روشنی ڈالی اور حامد اللہ ندوی نے شکریہ ادا کیا۔ آخر میں ڈاکٹر جعفر حسن اور عابد علی جعفر بھائی کی موت پر اظہار غم کرتے ہوئے ایک تعزیتی قرارداد منظور کی گئی۔

• نامہ نگار

ایوننگ کالج حیدرآباد میں اردو

گزشتہ سال حیدرآباد کے "ایوننگ کالج" میں پانچ مضامین میں ایم اے کی جماعتیں قائم ہوئیں۔ ان میں انگریزی تلنگی اور پولیٹیکل سائنس شامل تھے۔ اس سال چار مضامین اردو، ہندی، ریاضی اور کامرس کا اضافہ کیا گیا۔ اردو میں شرکت کے لئے ۲۰۰ درخواستیں وصول ہوئیں۔ یہ سب اختیاری اردو یا زبان دوم اردو پڑھے ہوئے امیدوار تھے۔ یونیورسٹی نے ۴۰ نشستیں مختص کیں اور اختیاری سے ۲ اور زبان دوم سے ایک کا تناسب شرکت کے لئے رکھا۔ ایک نشست شیڈول کاسٹ کے لئے مختص کی۔ امیدواروں کی کثرت کی بنا پر نشستوں میں دس کا اضافہ کیا گیا اور بلحاظ نشانات محصلہ انتخاب ہوا۔ ۱۶ امیدوار شرائط داخلہ کی تکمیل نہ کر سکے۔ باقی ۱۵۱ امیدواروں میں سے ۴۰ امیدوار منتخب کئے گئے۔ مضمون اختیاری کے آخری امیدوار کے ۵۵ فیصد اور زبان دوم کے امیدوار کے ۶۱ فی صد نشانات تھے۔ ایک امیدوار شیڈول کاسٹ سے منتخب ہوا۔

• محمد اکبرالدین صدیقی

صفحہ ۱۲ سے آگے

نگہداشت ہے۔ یعنی وہ ذہنی اور جذباتی ترفع جس کے بغیر فرد اور جماعت دونوں کی زندگی اور بقا معرض خطر میں پڑ جاتی ہے۔ اقبال نے شعر، موسیقی اور رقص کے بظاہر متضاد رشتوں کو ایک جگہ اس طرح بے نقاب کیا ہے

شعر گویا روح موسیقی ہے، رقص اس کا بدن!

اقبال کی اس رائے کا ایک دوسرا پہلو بھی ہے یعنی موسیقی پر بھی شعر کی روح کی حیثیت سے غور کیا جا سکتا ہے شعر و شاعری میں، جیسا کہ ایلیٹ نے اشارہ کیا ہے، موسیقی کو مفہوم سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن موسیقی شاعری میں کیسے داخل ہوتی ہے؟ شاعری جب ہم اس کے دو پہلوؤں سے دوچار ہوتے ہیں یعنی نغمگی کے احساس (SENSE OF RHYTHM) اور ڈھانچے کے احساس (SENSE OF STRUCTURE) کے طور پر ارتباط یا (COUNTER POINTING) کا عمل دونوں میں مشترک اساس کے طور پر پایا جاتا ہے۔ اسی طرح موسیقی میں جہاں سُروں کا تصادم ملتا ہے اور شاعری میں جذبات اور احساسات کی ٹکراہٹ یا (COLLISIONS) جس عنصر کو ہم موسیقی میں نغمگی یا (MELODY) سے تعبیر کرتے ہیں اسے نظم کے ڈھانچے میں لہجوں کے ارتکاز (TONALITY) کے نام سے پکارا جا سکتا ہے۔ نغمگی کا احساس در اصل نتیجہ ہوتا ہے ہم آہنگ آوازوں (ASSONANCE) تجنیس صوتی (CONSONANTAL اور ALLITERATION) آوازوں سے کام لینے کا اور اس میں الفاظ اور آوازوں کے اعادہ اور تکرار اور نغمگی کی رفتار اور حرکت سے بھی مدد ملتی ہے۔ بعض دفعہ ان سب سے مل کر جو تانا بانا تیار ہوتا ہے وہ موسیقی کے تانے بانے (MUSICAL PATTERN) سے مختلف نہیں ہوتا۔ شیکسپیر کے ڈراموں میں ایسے تانے بانے اکثر جگہ ملتے ہیں۔ لیکن ان سب عاملوں کے باوجود یہ فرق ہمیشہ ملحوظ رکھنا چاہئے کہ فن شعر میں آوازوں کی ساری موسیقیت، ان کی رفتار اور سروں کا اتار چڑھاؤ معنی و مفہوم، وجدان اور فکر کی وضاحت اور عمل پذیری (REALIZATION) کی جاری میں صرف ہوتا ہے۔

ایک گذارش "ہماری زبان" و اردو ادب کو کوئی آئے دو رسال کرتے وقت یہ ملحوظ رہے کہ کوپن پر اپنا پتہ ضرور تحریر کریں۔ — منیجر

اسلوب احمد انصاری

پیرا صفحہ

جرمن کے مشہور شاعر گوئٹے نے کسی مقام پر اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ فن کی عظمت اور اس کا وقار سب سے بہتر طریقے پر موسیقی میں نظر آتا ہے۔ کیونکہ یہاں مواد کو ہیئت سے تمیز نہیں کیا جا سکتا۔ اور یہاں ہیئت تمام تر داخلی ہوتی ہے۔ گوئٹے کے قلم سے نکلے ہوئے یہ خیالات توجہ اور غور و فکر کے مستحق ضرور ہیں لیکن ان کی صداقت غیر مشتبہ نہیں ہے۔ موسیقی کی تاثیر سے انکار نہیں کیا جا سکتا، لیکن موسیقی اصواتِ مجرد کا مرکب ہوتی ہے اور یہ اصوات معانی سے مستغنی ہوتی ہیں۔ موسیقی کا اثر سریع ہوتا ہے اور اس کا اصل وظیفہ پڑھنے والے کی شخصیت میں پایاں کمال کی ہم آہنگی، اعتدال اور توازن کا پیدا کرنا ہے۔ موسیقی کی اثر پذیری کے لئے یہ ضروری نہیں کہ ہم اس زبان سے بھی واقف ہوں جس زبان کی موسیقی ہمارے لئے سامعہ نواز بن رہی ہے۔ بایں ہمہ موسیقی کو داخلی قدر قرار دینا محلِ نظر ہے کیونکہ تمام اقدار میں وہی قدر زیادہ معتبر کہی جا سکتی ہے جو داخلی اور خارجی عناصر کو باہم دگر تطبیق دے سکے۔ موسیقی میں بنیادی چیز سُر یعنی (TONES) ہیں، اور ان سروں کی (COUNTERPOINTINGS) ایک ضروری عمل ہے۔ لیکن یہ خیال صحیح نہیں ہے کہ موسیقی مرکب ہے ہم آہنگی کے سلسلوں (SEQUENCES OF HARMONY) سے۔ یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ موسیقی میں عدم آہنگی کے سلسلے (SEQUENCES OF DISCORDS) ہم آہنگی پر منتج ہوتے ہیں۔ ریاضی کی طرح موسیقی بھی ایک طرح کی تجرید (ABSTRACTION) کو ظاہر کرتی ہے، لیکن ریاضی کے برعکس موسیقی کے اثرات ذہن پر نہیں بلکہ قلب اور روح پر مرتب ہوتے ہیں۔ جیسا کہ اس سے پہلے بھی کہا گیا، موسیقی کا سب سے اہم تفاعل شخصیت کی شیرازہ بندی (INTEGRATION) ہے اور یہ شیرازہ بندی گہرے، مبہم اور تجریدی انداز اور وسائل سے حاصل کی جاتی ہے۔ موسیقی اور رقاصی میں ایک قریبی مشابہت نظر آتی ہے۔ کیونکہ جہاں ایک طرف موسیقی کا تمام تر انحصار اصوات یا سروں پر ہے رقاصی کا حرکات و سکنات پر ہے۔ دراصل اصوات اور حرکات دونوں اپنے اپنے طور پر گہرے اندرونی اور دبے ہوئے انسانی احساسات کو لاشعور سے شعور کی کائنات میں کھینچ لاتی ہیں اور عمل اور خیالات کے محرکات کو کوئی نام دئے بغیر انہیں ایک زبان عطا کر دیتی ہیں۔

اس سب کے باوجود شاید یہ کہنا غلط نہ ہو کہ فنِ شعر کو تمام دوسرے فنونِ لطیفہ پر فوقیت حاصل ہے۔ اس فوقیت کا بڑا سبب یہ ہے کہ شعر میں جو دواعی عنصر پایا جاتا ہے، وہ رقص و موسیقی کو حاصل نہیں۔ یہ دواعی عنصر لفظ یا زبان کو تخلیقی طور پر بروئے کار لانے سے نمایاں ہوتا ہے۔ یہ کہنا غالباً صحیح نہ ہوگا کہ لفظ کے دخیل ہو جانے سے موسیقی کی تجرد یا پاکیزگی میں ایک طرح کی ملاوٹ (ADULTERATION) آ جاتی ہے۔ ممکن ہے بعض لوگ اس نقطۂ نظر کو جائز سمجھتے ہوں، لیکن یہ بھی اپنی جگہ ایک حقیقت ہے کہ لفظ کی وساطت ہی سے بے نام تخلیقی قوت کو ایک روشن ہیئت اور قابلِ ذکر شخصیت دی جا سکتی ہے اور اسی کی وجہ سے یہ ممکن ہوتا ہے کہ ہم خیال اور جذبے کی لہروں کو وقت کی دزدیدگی (THIEVERY OF TIME) سے بچا رکھیں۔ موسیقی بلاشبہ ایک تجریدی فن ہے، لیکن شعر اپنی انتہائی تجریدی شکل میں بھی ایک مادی اور محسوس پیکر رکھتا ہے۔ اور اپنے اثرات کے اعتبار سے اس کی مقصدیت (PURPOSIVENESS) میں بھی ایک طرح کی بے مقصدی ہوتی ہے۔ یعنی دوسرے فنونِ لطیفہ مثلاً فنِ تعمیر کی طرح اس میں فاعلیت پسندی (FUNCTIONALISM) اور اظہاریت (EXPRESSIONISM) دونوں کا امتزاج پایا جاتا ہے۔ اقبال نے فنونِ لطیفہ کے سلسلے میں ان دونوں پہلوؤں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ شعر سے قوموں کو بیدار کرنے کا کام بھی لیا گیا ہے اور انفرادی ادراک کی غیر شعوری تہذیب اور تربیت بھی اس کے ذریعے عمل میں آئی ہے۔ اسی لئے اقبال "ضربِ کلیم" اور "سوز ادبی" دونوں کو یکساں طور پر لازمی قرار دیتے ہیں۔ دراصل شعر و ادب ایک مخلوط فن بھی ہے اور ایک مکمل فن بھی۔ کیونکہ اس میں فنِ نقاشی کی پیکر تراشی، نغمے کا جادو اور رقص کی توانائی اور سرمستی بیک وقت ملتی ہیں۔ اور اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اسے ہم محفوظ بھی رکھ سکتے ہیں اور اس کی طرف بار بار مراجعت بھی کر سکتے ہیں۔ اس کے جذب و جنون میں جو عنصر استحکام پیدا کرتا ہے، وہ اصوات اور معانی کا ربطِ باہمی ہے اور جذبات و احساسات کے وہ گوناگوں مرکبات جو انسانی تعلقات کی پیچیدگی کو ظاہر کرتے ہیں۔ اقبال کے الفاظ میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ تمام فنونِ لطیفہ کا مقصد بالآخر انسانی انا کا اثبات، تحقق اور اس کی سیرابی اور

باقی صفحہ [illegible] پر

مالک انجمن ترقی اردو ہند (علی گڑھ) پرنٹر و پبلشر سید [illegible] ایم اے نے [illegible] پریس علی گڑھ میں چھپوایا اور دفتر مرکزی انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ سے شائع کیا۔